بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جُرعات

ابھی کل کی بات ہے کہ قراردادِ مقاصد میں جب قرآن مجید کے ساتھ "سنت" کا لفظ رکھنے کا معاملہ درپیش تھا تو پرویز صاحب نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگا دیا کہ سنت پاکستان کے آئین کی بنیاد نہ بننے پائے اور اوپر کے طبقے کے چند اشخاص اس کو شہ دیتے رہے تھے مگر الحمد للہ! کہ پروردگارِ عالم کی مدد اور مسلمانوں کی متحدہ آواز کے اثر سے یہ سعی نامسعود ناکام ہوگئی اور "سنت" دستورِ پاکستان کی بنیاد بن کر رہی ——!

اس دستور کی رُو سے جہاں قرآن و حدیث دونوں کی دینی و قانونی حیثیت یکساں تسلیم کر لی گئی وہاں اس پرویزی پروپاگنڈے کی بھی عملاً تردید ہوگئی کہ "حدیثِ پاک امت کے پاس محفوظ موجود نہیں اور جو ہے وُہ (معاذ اللہ) عجمی سازش کا ساختہ پرداختہ ہے ——"!

قریباً ایک صدی سے شرعی نظامِ حکومت سے محروم رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کو اس سچے دستوری قسم کا بُعد سا ہوگیا ہے اس کو دور کرنے کے لئے ہمارے دستور نے ایسا کمیشن مقرر کرنا طے کیا جو موجودہ قوانین اور قرآن و حدیث دونوں پر غور و فکر کے بعد ایسی سفارشات مرتّب کرے جن کی روشنی میں مروجہ قانونی دفعات کو قرآن و حدیث کی تصریحات و تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جا سکے ——!

اس بنا پر بجا طور پر توقع تھی کہ اس کمیشن کے تقرر میں یہ امر ملحوظ رکھا جائے گا کہ اس کے ارکان وہ حضرات ہوں جو سنت کی دینی اور قانونی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوں کیونکہ ایسے شخص سے مقصودہ سفارشات یا ان میں حصہ لینے کی امید کیسے کی جا سکتی ہے جو سنت کی دینی و قانونی حیثیت اور امت میں اس کے محفوظ و موجود ہونے کا ہی سرے سے منکر ہو ——!

مگر جمہور مسلمانوں کے تعجب و حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ جب ارکین کمیشن کا اعلان ہوا تو ان میں ان صاحب کا نام بھی موجود تھا جو نہ صرف یہ کہ سنت کو آئین پاکستان کی بنیاد تسلیم کرنے کے لئے بطیب خاطر تیار نہیں بلکہ پچھلے تقریباً بیس سال سے حدیث شریف کے خلاف ایک مہم چلا رہے ہیں، اس کی دینی حیثیت کے وہ مخالف، قانونی حیثیت کے وہ منکر، موجود ہونے کے وہ انکاری —— ! نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے قرآن کریم کو بھی کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے کہ اپنے ہی من مانے معنوں کو معارف قرآن کے نام سے پروپیگنڈے کی پوری طاقت صرف کرکے نشر کئے چلے جا رہے ہیں ——!

عوام مسلمانوں نے جب اس پر زور احتجاج کیا اور حکومت کو توجہ دلائی کہ اس کا یہ اقدام دستور کے علاوہ پیش نظر مقصد کے بھی خلاف ہے تو ان صاحب ـــ مسٹر پرویز ـــ کو اس کی فکر پڑی اور خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید حکومت کو سابق کی طرح اب بھی جمہوری مطالبے کے سامنے جھکنا پڑے اور اس طرح "لب بام" سے "دو چار ہاتھ" ورے ہی اقتدار کی کمند ٹوٹ کر رہ جائے گی ـــ! وہ بہت سٹ پٹائے، حسب عادت علماء کو دو چار بلاّجیاں سنائیں اور بوکھلا کر اپنے "عہدے" کو بحال رکھنے کے لئے آپ نے اکتوبر ۵۷ء کے "طلوع اسلام" میں "برسر اقتدار قیادت" کو یہ "رشوت" یا مشورہ دیا ہے کہ یہاں "جمہوری راج" ختم کر کے فوجی حکومت قائم کر دی جائے ـــ!

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

اندازہ کیجئے کہ محققین اہل سنت کے مختلف مکاتب فکر کو فرقوں کا نام دے کر ملت کے افتراق پر آنسو بہانے والے یہ حضرات! اپنے جاہ و اقتدار کو بچانے کی خاطر بے چاری امت مسلمہ کو انتشار و اضطراب اور استبداد کے کس گڑھے میں پھینکنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں ـــ!

ہمارے ہاں کی قریبی مذہبی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ مرزائے قادیانی اور اس کی "امت" نے "کاروبار نبوت و تجدید" کو مسلمانوں میں فروغ دینے کے لئے غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کا عنوان اختیار کیا تو عوام ان کی طرف لپکے، تبلیغ کے سلسلے میں جتنا ان کا کام تھا اس سے زیادہ شور مچایا اور اس سے خوب کمایا اور سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ـــ!

پھر مسٹر عنایت اللہ المشرقی صاحب نمودار ہوئے "تنظیم و عسکریت" کے نام سے چند دن چلکے اور ہزاروں کے وارے نیارے کر لئے، سادہ لوحوں میں آوارہ اور منفی قسم کا لٹریچر پھیلا کر خود اب سسکیاں لے رہے ہیں!

ان کے بعد مرزا صاحب قادیانی کے ہم وطن و ہم نام مسٹر غلام احمد صاحب پرویز آئے ان کا "اسلام" دہلی کے ونسر انگل لاج سے "طلوع" ہونا شروع ہوا تھا انہوں نے "صرف قرآن" کا نعرہ بلند کیا کچھ مدت سے اس کی ہما ہمی ہے مگر شباب کی جولانیوں پر پہنچ کر اپنے پیش رووں کی طرح اب یہ بھی رو بہ زوال ہونے کو ہے! مثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ جتثت من فوق الارض ما لھا من قرار (۲۶:۱۴)

ان کے علاوہ بعض سیاسی و نیم سیاسی گروہ اور بھی پیدا ہوتے رہے جن کے دل فریب لیبل اور نعرے دیکھ کر بھولے بھالے لوگ ان کی طرف متوجہ اور ان پر فریفتہ ہوتے رہے ہیں ——!

لاہور کے ادارۂ ثقافت اسلامیہ کا معاملہ بھی کچھ اس سے مختلف نہیں جس کو غالباً معرض وجود میں اسی لئے لایا گیا ہے کہ اس سے موجودہ لادینی رجحان رکھنے والی برسراقتدار پارٹی اپنے "اعمال و مشاغل" کے لئے "خام مواد" مہیا کرائے اور یہ ان کے ہر ہر "کارنامے" پر "اسلامی ثقافت" سے سند جواز تلاش کر کے دے ——اس کے لئے اس نے "فقہ جدید کی ضرورت" کا جاذب نظر عنوان انتخاب کیا ہے ——!

جہاں تک فقہ جدید کی واقعی ضرورت کا تعلق ہے اس کو سب سے پہلے یہاں اہل حدیث ہی نے محسوس کیا۔ پھر علمی قواعد اور قرآن و حدیث و ائمۂ سلف کے مسلمہ و طے کردہ ضوابط کے تحت اس کام کی طرح بھی ڈالی —— جسے اصولاً دوسرے مکاتب فکر نے بھی قبول کیا —— جس کی تفصیل کسی دوسرے وقت میں کی جائے گی ان شاء اللہ —— ۔ اب بھی وسیع النظر علمائے اہل حدیث و حنفیہ، صحیح العقیدہ و العمل ماہرین قانون جدید کے اشتراک و تعاون سے یہ کام احسن طریق سے سرانجام دے سکتے ہیں! جیسا کہ مصر میں ہو رہا ہے ——!

مگر جس قسم کی "فقہ" مرتب کرنے کے ڈھنگ ان ثقافتی حضرات کے ہیں اس کے لئے اہل السنۃ والجماعۃ کے تیرہ سو سالہ علمی نظام، عملی پروگرام اور مسلمات کو یکسر بدلنا ہو گا، لاقدرہ اللہ تعالےٰ ——!

ثقافتی فرقے کی غالباً پہلی اردو کتاب "اسلام کی بنیادی حقیقتیں" ١٩٥١ء میں چھپی تھی کتابوں کی ایک دکان پر جب سرسری طور پر اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو راقم نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ بعض پرانے فتنوں کا یہ نیا روپ ایک دن اپنا رنگ لائے گا ——!

لیکن فتنوں کا ایک طوفان ہے! اور علمائے حق کی جماعت بہت ہی قلیل! ان کے سامنے ملت کے مفاد کے بہت سے تعمیری کام بھی ہیں، کس کس رخنے کی طرف دھیان دیں! اب تک شاید اسی وجہ سے وہ اس نئے فتنے کی طرف توجہ نہیں دے سکے۔ ادھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس برخود غلط طائفہ نے اپنے پاؤں پھیلانے اور اپنی "خدمات" کے گن گانے شروع کر دیئے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ "ادارۂ طلوع اسلام" کے ساتھی "ادارۂ ثقافت اسلامیہ" سے بھی واقفیت حاصل کی جائے۔ چنانچہ "فقہ جدید کی ضرورت" کا نقاب اوڑھ کر جس جدید علم کلام کو پھیلایا جا رہا ہے اور اسلامی اصطلاحات

کی جدید تشریحات کر کے اہل السنت والجماعۃ کے مسلمہ عقاید میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اس کے چند نمونے یہاں پیش کیئے جاتے ہیں تاکہ اس گلستان سے "ثقافتی بہار" کا قیاس ہو سکے۔

سب سے پہلے ادارہ ثقافت اسلامیہ کے بانی اور قاید خلیفہ عبد الحکیم صاحب کے چند ایک خیالات مذکورہ بالا کتاب سے ذیل میں ملاحظہ فرمایئے کہ موصوف نے "رسالت محمدیہ" پر کس طرح ہاتھ صاف کیا ہے ـــــ!

"خدا نے دیکھا کہ موحد افراد دیگر ادیان میں بھی پائے جاتے ہیں جن کا عقیدۂ توحید بھی درست ہے اور ان کے اعمال بھی صالح ہیں بعض ایسے لوگ اپنی سوسائٹی کی روایات کی وجہ سے اس مخصوص جماعت میں داخل نہ ہو سکے جو رسول کریمؐ نے تیار کی۔ اسلام کی فراخ دلی یہ ہے کہ ایسے افراد کے متعلق اس نے نہایت درجہ رواداری برتی ہے انکو اسلام میں اسی طبقے میں داخل کیا ہے جس نے خدا کی طرف اپنا رخ کر کے زندگی بسر کر دی اور وہ محسن تھے ایسوں کے لیئے بھی قرآن میں وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اولیا اللہ کے لیئے استعمال ہوئے ہیں لاخوف علیھم ولاھم یحزنون از روئے قرآن مومن محسن افراد دو قسم کے ہو سکتے ہیں ایک وہ جن کو محمد رسول اللہ کی رسالت کو کماحقہ سمجھنے کا موقعہ ملا اور وہ نبی کی مقرر کردہ شریعت پر عامل ہوئے دوسرا وہ طبقہ جو معاشرتی روایاتی، یا تاریخی مجبوری کی وجہ سے اس مخصوص جماعت کے ڈسپلن میں نہ آسکا لیکن وہ جہاں بھی رہا، موحد رہا، اور اس کے اخلاق صالح رہے۔ اس نے اسلام کچھ اپنی فطرت اور کچھ اپنے مقتدا نبیؐ کی نبوت سے حاصل کیا۔ وہ عبادت کرتا ہے لیکن اس کی عبادت میں مسلمانوں کی صلوٰۃ کے ارکان اور پابندی اوقات نہیں۔ وہ ممّاد قتھم عمل پیرا ہے .... لیکن اس کی خیرات مسلمانوں کی مقرر کردہ زکوٰۃ کے نصاب سے مطابق نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ مخصوصہ سے کہیں زیادہ خیرات کرتا ہو...... اگر اس نبی کی امت اور جماعت کے باہر کچھ لوگ ایسے ملتے ہوں جن میں وہ باتیں ملتی ہوں جو اصل مقصود ہیں تو ایسوں پر نجات کا دروازہ بند کرنا حد درجے کی تنگ نظری ہو گی" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص ۲۲۴) "لیکن مسلمان علماء نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ .... گنہگاری کے

باوجود مسلمان کی نجات کی توقع ہوسکتی ہے۔ لیکن غیر مسلم اعمال صالحہ کے باوجود بھی جہنم کا ایندھن ہے! یہود بھی ایسی باتیں کرتے تھے، اور اسی قسم کی اجارہ داری کے مدعی تھے"۔ (کتاب مذکور ص ۲۲۵)

یہ ہے "جدید فقہ" کا جدید علم کلام جس کی رو سے نجات اخروی کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ——! ظاہر ہے جب رسالت کا ماننا ضروری نہ ٹھہرا، تو پھر کیا ضرور ہے کہ انسان خواہ مخواہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ وکردہ نماز وزکوٰۃ پر عمل پیرا ہونے کا تکلف کرے، چنانچہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ کس خوبصورت طریقے سے اس کی اہمیت گرائی گئی ہے!۔ خلیفہ صاحب کے ایک طویل مقالے کا یہ تھوڑا سا اقتباس ہے پورا مقالہ اسی قسم کی تحقیقات نادرہ کا حامل اور "فقہ جدید" کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے ——!

یہ ارشادات ۱۹۵۱ء کے ہیں، حال کا ارشاد بھی سن لیجئے۔

"قرآن نے نجات کو کسی ملت کا اجارہ قرار نہیں دیا" اور بعض دوسری ملتوں کا نام لے کر وضاحت سے کہا کہ ان میں کلجو فرد بھی خدا پرست، آخرت کا قائل اور انسانوں کا محسن ہے۔ وہ نجات یافتہ ہے، ایسے لوگ اگر دوسری ملتوں میں بھی ہوں تو وہ اولیا اللہ اور خوف وحزن سے بالاتر ہیں" (ثقافت ص ۱۱ مجریہ جنوری ۱۹۵۷ء)

اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رسالت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کا ماننا مسلمان ہونے کے لئے ضروری نہیں۔ نجات یافتہ ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "اچھا" سمجھ لینا کافی ہے ——!

لیکن قرآن حکیم کا اعلان یہ ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ (البقرہ ع ۱۶)

"فقہ جدید کی ضرورت" کا ایک اور شاہکار ملاحظہ فرمائیے۔ یعنی ڈارون کے مطرود و مردود نظریہ ارتقاء پر ایمان لا کر قرآن حکیم کے فرمودہ قصہ تخلیق آدم کا حلیہ یوں بگاڑا گیا ہے۔

"قرآن کا آدم مسجود ملائک اور مسخر کائنات ہے۔ اس سے کوئی ایک فرد مراد نہیں بلکہ یہ انسانیت کا نصب العین ہے"۔ (ثقافت ص ۵ جنوری ۱۹۵۱ء)

ملک وجن کے سجدے کا مطلب ان قوتوں کا اعلیٰ اور ارتقائی ۔ ۔ ۔ ۔ مقصد کے لئے مسخر ہو جانا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ قصہ آدم وابلیس وملائکہ کوئی ڈرامہ نہیں تھا جو خدا کے سامنے کھیلا گیا ہو۔ (باقی بر صفحہ نمبر ۱۸۴)